★ پروفیسر مرغوب بانہالی

کشمیر میں فارسی کی تدریس و مدارس کا آغاز

ایرانِ صغیر نامی کشمیر میں فارسی زبان پورے ساڑھے پانچ سو سال تک ایسے ایک رابطے کی زبان ایک دفتری زبان اور ایک برتر ثقافت کی ترجمان زبان بن کر جاری و ساری بلکہ نافذ و حاوی رہی ہے۔ عرفان و حکمت کی اِس یکتا و شیریں زبان کا عرصہ اقتدار کشمیر کے حوالے سے واضح طور پر ۱۳۳۹ عیسوی سے ۱۸۸۹ عیسوی تک نشاندہی میں لایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ۱۳۳۹ عیسوی کے دوران تاریخ کشمیر کی سب سے بڑی اور ممتاز مسلم سلطنت کا بانی سلطان شمس الدین شہمیر تخت نشین ہوتے ہی منجملہ اور صفات کے اس زبان کا خاص مربی و سرپرست بن گیا اور اس کی طرف سے یہاں کی سرکاری زبان بنائی گئی فارسی ۱۸۸۹ء تک بلا شرکتِ غیرے یہاں کے قضا و قدر کی زبان بن کر رہی۔ البتہ ۱۸۸۹ء کے دوران مہاراجہ پرتاپ سنگھ کی طرف سے فارسی کی شائستہ جانشین بنی ہوئی اردو زبان متعلقہ ایوانوں کی عدم توجہی کے باوجود اب تک ریاست جموں و کشمیر میں رابطے کی بہترین زبان ہونے کا درجہ رکھتی ہے۔ یہی وہ حرف اعتذار ہے جس نے مجھے یہ مقابلہ اردو میں تحریر کرنے کی تحریک دی ہے۔

جہاں تک کشمیر میں فارسی کی پہلی "تدریس پہلے مدرسہ پہلے مدرسین اور پہلے شاگرد کا تعلق ہے اس ضمن میں ہماری چشم تخیل کو ۱۳۳۹ عیسوی سے ڈھائی سال پہلے کا وہ

وہ منظر نامہ دیکھنے کی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے جس کا تعلق سید شرف الدین عبد الرحمٰن بلبل شاہ صاحب علیہ رحمہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے سلطان صدرالدین کہلانے والے کشمیر کے اولین مسلمان بادشاہ بن جانے والے ریچن شاہ اور اس کے ساتھ بغیر کسی جبر و اکراہ اسلام قبول کرنے والے ہزاروں صفِ اول کے ذہین و فہیم کشمیریوں سے اور بلبل لنگر میں قایم ہو جانے والی یہاں کی اولین خانقاہ یا رہائشی سہولیت والی دینی درسگاہ سے ہے۔ اس درسگاہ میں کشمیر کے اندر پہلے سے انفرادی سطح پر تدریس کا کام انجام دینے والے کشمیر کے علاوہ پہلے مدرسین کا درجہ حضرت بلبل شاہ اور اُن کے خاص ہم سفر و ہم زبان خلیفہ مولانا احمد کو حاصل تھا۔ جہاں حضرت بلبل شاہ خود ایک جید عالمِ دین کی حیثیت سے شاہ نعمت اللہ ولی فارسی کے خلیفۂ خاص اور کشمیر میں سہروردی سلسلۂ تصوف کے پہلے نمایندہ تھے وہاں مولانا احمد فنادائی شہابیہ کے مصنف اور سلطان زین العابدین بڈشاہ کے دربار میں ملک الشعرا بننے والے مُلا احمد کشمیری کے دادا تھے۔ اور یوں عربی و فارسی کی بلبل لنگر نامی درسگاہ میں شاگرد اول کا درجہ خود سلطان کشمیر صدرالدین ریچن شاہ کو حاصل ہو گیا تھا۔ ان شخصیات کے تناظر میں مدرسِ اول کو جو خراجِ عقیدت کشمیر کی ممتاز روحانی شخصیت حضرت بابا داؤد خاکی نے قصیدہ لامیہ میں پیش کیا ہے وہ بلیغ انداز میں موثر تدریس کے کئی پہلو بھی قابلِ فہم بناتا ہے دو شعر ملاحظہ فرمائیے۔ ؎

آنکہ در راہِ الٰہی شُد ہویدا چوں ہلال
بلبلِ باغِ ولایت شاہبازِ لا مثال
شد بکشمیر اول از دستش درختِ دین نہال
شیخ و مرشد عارفِ حق حضرت بابا بلال

اس قطعے کے آخری مصرعے کا حرفِ اول "شیخ" لفظ علامہ اقبال کے اس شعر کی یاد بھی تازہ کرتا ہے جس میں حکیم قاآنی کے حوالے سے ایک صالح استاد کے معمارِ قوم ہونے کی توثیق ان الفاظ میں کی گئی ہے کہ

شیخِ مکتب ہے اِک عمارت گر
جس کی صنعت ہے روحِ انسانی

کشمیر میں روحِ انسانی اور روحانیت کی مشاطگری انجام دینے والی دوسری خاص اہمیت والی فارسی درسگاہ کا قیام شہمیر کے پوتے سلطان قطب الدین کے زمانے میں جنوبی کشمیر کے اندر کولگام کی جگہ پر خانقاہ سمنانیہ یا لنگر خانہ سمنانیہ کے نام سے عمل میں آیا۔ اس کے مدرسِ اول حضرت شاہ ہمدان میر سید علی ہمدانیؒ کے ساتھ واردِ کشمیر ہونے والے تقریباً سات سو سادات کے پیش آہنگ اور حضرت میر موصوف کے چچیرے بھائی میر سید حسین سمنانی تھے۔ اس درسگاہ سے ہزاروں کشمیری عربی و فارسی سیکھ کر نکلے۔ اس کے تدریسی و رہائشی انتظام کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس سے ملحقہ ہوسٹل یا لنگر خانہ میں روزانہ تقریباً پچاس کلو چاول صرف طالب علموں کے لیے پکتے تھے اور اس روحانیت پرور ہوسٹل کے انچارج حضرت سید حسین سمنانی کے پیارے بھتیجے سید حیدر تھے۔ اس عظیم فارسی درسگاہ کے دوش بدوش شہر سرینگر کے علاوہ کشمیر کے ہر قصبہ کے آس پاس کئی کئی درسگاہیں قایم ہوتی گئیں جن کی طرف مختلف تذکروں میں بلیغ اشارے کئے گیے ہیں بلکہ اُن کے حوالے سے ہی کشمیر کے مایہ ناز عالم و شاعر مولانا عبدالوہاب نے شہنامۂ کشمیر یا ریاض الاسلام کی تمہید میں یہ عندیہ پیش کیا ہے کہ ؂

کنم وصف سادات والاتبا
کز ایشان منور شدہ این دیار
دگر از مشایخ حکایت کُنم
ز روی کتب من روایت کُنم
ہم از عالمانِ عمل اَنتران
نشانم گہر ہا بہ سِلکِ بیان

عظیم درسگاہِ سمنانیہ کے تربیت یافتہ کشمیر کے وہ دو ممتاز نابغ ہای روزگار ہیں جنہیں لل دید

یا للہ عارفہ اور شیخ العالم شیخ نورالدین کشمیری جیسے ناموں کے تحت کشمیر کی فارسی آمیز ثقافت کے دو عظیم ترین روحانی معماروں اور شاعروں کی حیثیت سے خاص اہمیت حاصل ہوگئی ہے شاہنامہ کشمیر میں حضرت سید حسین سمنانی سے ان دونوں نابغوں کے یکے بعد دیگرے فیض پانے ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے ؎

از و تربیت یافت آن عارفہ
دل و جان فدای چناں عارفہ
باد چوں امیر حسین راز گفت
از اخبار آینده اش باز گفت
برو زود ساکن بہ کیمو باش
در اخفای اسرار من کن تلاش
چو بنمود رخ نور الدین از حجاب
تو گوئی بر آمد ز ابر آفتاب
چو بالغ شد آں نورالدین قطب حق
کہ از اولیاء بردہ آخر سبق

پس آں عارفہ شیخ را باشتاب نمودہ بسید حسین کامیاب

انہی دنوں شہر خاص یعنے شہر سرینگر میں مدرستہ القرآن نام سے وہ خاص درسگاہ معرض وجود میں آگئی جس کے سربراہ حضرت شاہ ہمدان کے وہ خاص مقامی خلیفہ شیخ سلیمان مقرر ہوگئے جو شری کنٹھ کول نام سے کولاب ختلان جاکر حضرت شاہ ہمدان کے فیض نظر سے مسلمان ہوگئے تھے۔ اور جو خواجہ احمد خوشخوان جیسے ممتاز اُستادِ فارسی کے والد محترم تھے۔ بعد میں جب اسی مدرسہ کی ہمسائیگی میں کشمیر کی پہلی عربی و فارسی یونیورسٹی دار العلوم قطب الدین پورہ کے نام سے قایم ہوگئی تو پورے کشمیر میں پھیلی ہوئی ملحقہ درسگاہوں اور خانقاہوں میں سے بعض کو

اونچے درجوں کے اسکولوں کا اور بعض کو کالجوں جیسا درجہ حاصل ہو گیا، بلکہ اسی کے ساتھ دارالترجمہ اور دارالفتادی ملحق کیا گیا۔ اس دارالعلوم کو قطب الدین پورہ کالج اور دارالعلوم لنگرہٹہ کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔ بہرحال یہ دارالعلوم اولین فارسی درسگاہوں میں وہ امتیاز حاصل کرنے میں پیش پیش تھا، جس نے فارسی زبان و ادب کا نورِ بصیرت کشمیر کے چپہ چپہ تک پہنچانے کا بہت موثر فریضہ انجام دیا اور شاعر مشرق کو بحیثیت عظیم فرزند کشمیر و بحیثیت مرید حضرت شاہ ہمدان ایسا کہنے کے لیے ہر لفظ کا جواز مل گیا کہ؎

سید السادات سالارِ عجم
دستِ او معمارِ تقدیرِ اُمم
خطہ را آن شاہِ دریا آستین
داد علم و صنعت و تہذیب و دین
آفرید آن مردِ ایرانِ صغیر
با ہنرہای غریب و دل پذیر

فارسی تدریس کا یہ سلسلہ کشمیر میں آگے بڑھا تو حضرت شاہ ہمدان کے سلسلۂ کبرویہ کو اپنے پنج گنج سے چار چاند لگانے والے جامی ثانی وہ عظیم کشمیری النسل فارسی استاد اپنی عظمت کا لوہا منوانے میں کامیاب ہو گئے جنہیں نہ صرف مغلِ اعظم اکبر کے نورتنوں میں سرِفہرست نام رکھنے والے فیضی اور ابوالفضل خراج عقیدت پیش کرتے رہے اور احتراماً اُن کے سامنے ایستادہ رہتے رہے بلکہ جنہیں شیخ احمد سرہندی یعنی مجدد الف ثانی علیہ رحمہ جیسے مردِ کامل کا اُستادِ محترم بن جانے کا امتیاز و اعزاز بھی حاصل ہو گیا اور جنہیں اس وقت کے تمام وسط ایشیائی علم پرور علاقوں خصوصاً بلخ و بخارا و سمرقند میں حضرت ایشیاں کا خطاب دیا گیا۔
حضرت صرفی کے شاگردوں میں دبستان المذاہب جیسی رواداری و وسیع المشربی سکھانے والی کتاب کے مصنف ملا محسن فانی اور اُن کے شاگرد مولانا محمد طاہر غنی کشمیری ان ہی

فارسی بزرگ کی بدولت اپنا اور اپنے وطنِ عزیز کا نام روشن کرسکے ہیں۔ اس لحاظ سے موجودہ نسل کے کشمیریوں کو بھی علم و صنعت اور تہذیب و دین سکھانے والی متاعِ عزیز یعنی فارسی زبان سے اپنا روحانی رشتہ قایم رکھنا چاہیئے اللہ پاک ہمیں اپنے اسلاف کے علم و عرفان سے منور ہوتے رہنے کی توفیق سے نوازتا رہے ۔

این دُعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

*